

م اور یہ ہے کہ حضرت ابو ذر صدیقؓ کو نیند کی وجہ سے و ترغیبت ہونے کا اندیشہ ہوا لہذا انہوں نے احتیاط سے کام لیا اور و ترغیبت کو نیند پر مقدم کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو یہ اعتقاد ہوا کہ وہ قیام اسل پر قادر ہیں لہذا انہوں نے و ترغیبت کو موخر کیا۔ و دعوم جو احتیاط سے خالی جو اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور اگر قوت کے ساتھ احتیاط نہ ہو تو وہ صاحب قوت کو جرات میں ال دیتی ہے۔ اور عائذ اللہ عنہ کے معنی ہیں کہ فلاں شخص جس بات کا عزم کرتا ہے اس پر ثابت نہیں رہتا۔

امام عزرائلی مستصفی میں فرماتے ہیں: عزم پختہ ارادہ کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسَيُؤْتِيهِ مَا يَشَاءُ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَزْمًا اِي قَصْدًا بَيِّنًا اَيْ مَسْبُوطًا اِرَادَةً۔ بعض رسواؤں کو غضب حق میں ان کے مضبوط قصد کی وجہ سے اولو العزم کہا گیا۔

### رخصت

رخصت میں رخصت کے معنی نرمی اور ہلکا کرنے کے ہیں۔ ”رخصت کے معنی نرم و نازک چیز کے ہیں اور رخصت غذا (منگائی) کی ضد ہے۔ رخصت السعور یعنی نرغ کا ستا ہونا لسان العرب۔ اصطلاح میں رخصت کے معنی ہیں بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے تخفیف کرنا۔ صاحب مصابح لکھتے ہیں: حکم میں سہولت پیدا کرنا۔ تحریرت جب کسی معاملہ میں آسانی پیدا کرے اس موقع پر کہنا جاتا ہے رخصت انشراح۔ آمدی کہتے ہیں: ”رخصت کے معنی تیسیر اور تسہیل کے ہیں۔ اسی وجہ سے نرغ ستا ہونے کی حالت میں کہ جاتا ہے: رخصت السعور بھاؤ تم ہو گیا،“ (الاحکام ۱/۱۱۳)۔ بکی کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی رخصت کا مطلب اس کا اپنے بندوں پر آسان کرنا اور اہل لغت کے کلام کا تقاضا یہ ہے۔“

پس حاصل یہ ہے کہ رخصت رخصت میں سہولت مسامحت اور آسانی کا پہلو ہے اور عزیمت عمومی احوال کا پہلو ہے جو سنجیدگی قوت صبر اور پختگی کا تقاضا کرتا ہے۔

### عزیمت کے اصطلاحی معنی

ان دونوں لفظوں کے شرعی اور اصطلاحی استعمال میں لغوی معنی کی رعایت ملحوظ ہے۔ آمدی کہتے ہیں: ”عزیمت نام ہے ان احکام کا جو اللہ تعالیٰ کے لازم کرنے سے بندوں پر لازم ہوتے ہیں مثلاً پانچوں عبادتیں نماز روز و غیرہ“ (الاحکام ۱/۱۳) امام عزرائلی لکھتے ہیں: ”عزیمت ایسے احکام کا نام ہے جو بندوں پر اللہ کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہوں“ المستصفی۔

حاصل یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے مکلف بندوں کے لیے عام قانون کی حیثیت سے ابتداء مشروع کیے ہوں اور ان میں نئے حالات پیش آنے والے حوادث و اعذار اور اضطراری ضرورتوں کی رعایت نہ کی گئی ہو وہ عزیمت ہیں مثلاً نماز زکوٰۃ اور ان جیسے دوسرے احکام کی

قرضیت اور شراب، جواز زنا اور ان جیسے دوسرے ممنوعات کی حرمت، اسی طرح ان احکام کی مشروعیت دین کا تعلق لوگوں کے معاملات سے ہے، مثلاً بیع، اجارہ اور مضاربت وغیرہ۔ اسی طرح وہ احکام جو لوگوں کو جرائم سے باز رکھنے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں مثلاً حدود، اقصاس اور نذرات وغیرہ۔

### رخصت کے اصطلاحی معنی

جہاں تک رخصت کا تعلق ہے، وہ بدین طور پر معروف و مشہور ہے۔ اس کے باوجود، عام اصول نے رخصت کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ آمدنی نے ارتق میں تعریف کو پسند کیا ہے: ”رخصت وہ احکام مشروع ہیں جو حرمت کا سبب موجود رہتے ہوئے بھی کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دیے گئے ہوں“ (الاحکام ۱/۱۱۳)۔ شاطبی کہتے ہیں: ”رخصت ہر وہ حکم ہے جسے کسی سخت عذر کی بنیاد پر کسی ایسے حکم کلی سے مستثنیٰ کر کے جائز قرار دیا گیا ہو، جو اس کے ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہو، لیکن اس کے جواز کو مواقع حالات تک محدود رکھا گیا ہو“ (الموافقات ۱/۳۳)۔ قاضی بیناوی منہاج میں کہتے ہیں: ”اگر کوئی حکم، دلیل کے خلاف عذر کی وجہ سے ثابت ہو، تو رخصت ہے ورنہ عزیمت۔ مثلاً مضطر کے لیے مزار کا اٹھانا اور مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنا اور روزہ افطار کرنا۔ یہ حکم وجوب کا ہو یا استحباب کا یا محض اباحت کا“۔ شاشی کہتے ہیں: ”رخصت، مکلف کے عذر کی وجہ سے حکم کو تعلق سے آسانی کی طرف پھیرتا ہے“ (اصول اشاشی ۱/۳۸۵)۔ تفسیر الصحیحہ میں بعض احناف سے یہ تعریف نقل کی گئی ہے: ”رخصت ان احکام کا نام ہے جن میں، شواہد کو بدل کر آسانی اختیار کی گئی ہو“۔

یہ تمام تعریفیں معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ بیناوی کی تعریف سب سے بہتر اور جامع ہے۔ یہاں کہ تعریف میں لفظ ”حکم“ جس سے اجس میں رخصت اور عزیمت دونوں شامل ہیں۔ جہاں تک لفظ ثابت کی بات ہے تو ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رخصت کے لیے ثبوت اور دلیل ضروری ہے۔ ”دلیل کے خلاف“ کہنے کی وجہ سے اس تعریف سے عزیمت نکل گئی۔ اسی طرح اس سے ہر وہ حکم نکل جائے گا جو دلیل کے موافق ثابت ہوا ہو اور اس حکم کو روکنے والی کوئی دلیل نہیں پائی گئی ہو۔ تو اس صورت میں رخصت کی اباحت دلیل کے خلاف ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس سے وہ حکم نکل جائے گا جو کسی منسوخ حکم کو ناسخ کرنے والی دلیل سے ثابت ہو، کیوں کہ منسوخ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح وہ حکم اس تعریف میں داخل نہیں ہو گا جو مرجوح دلیل کے مخالف راجح دلیل سے ثابت ہو، کیوں کہ مرجوح کوئی دلیل نہیں ہے۔ نیز بیناوی کا قول ”عذر“ عام ہے، جو ضرورت اور حاجت دونوں کو شامل ہے اور یہ امام شاطبی کی لگائی

ہونی شرط ”لغذر شاق“ کے خلاف ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ نیز اس تعریف سے شرعی موانع نکل گئے، مثلاً حیض وغیرہ کیوں کہ یہ موانع مشروعیت کو روکتے ہیں۔

### رخصت کی مشروعیت

علماء کا شریعت میں رخصت کے معتبر ہونے پر اجماع ہے اور کتاب اللہ میں حرج اور تنگی کو احکام میں آسانی پیدا کرنے کا مناسب سبب تسلیم کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ ۗ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُوَيْدٌ مِّنْهُ مَنظُورٌ ۚ لَيْسَ بِتَمَّ بِرُكُونِي تَنْجِي ۙ لَيْسَ (المائدہ: ۵)۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ اس نے تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (الحج: ۲۲)۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ ۚ لَوْ اَنْدَهْتُمْ آدَمِي كَ لِيَهِي كُوَيْدٌ مِّنْهُ لَنْ تَكُنْزُ آدَمِي كَ لِيَهِي لِيَهِي مَضَاقِقَهُ ۚ (النسأ: ۴۸)۔

یہ تمام آیتیں واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ دینی امور میں حرج و تنگی کو دور کرنا شریعت میں

معتبر ہے اور یہ کہ تخفیف اور آسانی پیدا کرنا ایک جائز اور پسندیدہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ اللَّهُ كُوَيْدٌ مِّنْهُ مَنظُورٌ ۚ لَيْسَ بِتَمَّ بِرُكُونِي تَنْجِي ۙ لَيْسَ (البقرہ: ۲)۔ يُرِيدُ اللَّهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُوَيْدٌ مِّنْهُ مَنظُورٌ ۚ لَيْسَ بِتَمَّ بِرُكُونِي تَنْجِي ۙ لَيْسَ (النسأ: ۴۸)۔

اسی طرح سنت رسول اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اہم اصول معتبر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”میں سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں“ (احمد)۔ سیدہ عائشہ ”فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو حکموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان دونوں میں سے آسان تر کو اختیار فرمایا جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہو (بخاری، مسلم)۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کی رعایتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اسے عزیمتوں پر عمل کیا جانا پسند ہے“ (احمد)۔ آپ نے دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا: ”بے شک یہ دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین میں شدت اختیار کرے گا وہ مغلوب ہوگا“ (بخاری، مسلم)۔ نیز رسول اللہ نے مختلف مواقع پر آسانی کا حکم دیا اور سختی سے منع فرمایا: ”تم آسانی پیدا کرو سختی مت پیدا کرو خوش خبری سناؤ نفرت مت دلاؤ“ (بخاری، مسلم)۔

”تم آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے ہو تنگی پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے“ (بخاری، مسلم)۔

رخصت کی اقسام اور اس کی مثالیں

علمائے اصول نے رخصت کی اقسام بیان کی ہیں اور مختلف لحاظ سے ان کی تقسیم کی ہے۔

پہلی تقسیم: احکام شرعیہ کے اعتبار سے: یہ وہ تقسیم ہے جسے شافعی، مالکیہ اور حنبلیہ کے عام علماء اصول نے اختیار کیا ہے۔ اسے ”تقسیم شافعی“ کہا جاتا ہے، لیکن ان کے درمیان اس کی تفصیلات کے سلسلے میں قدرے اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض علماء اصول کی رائے یہ ہے: اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) وایب، (۲) مستحب، (۳) وہ رخصت جس کا چھوڑنا اس پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: ”رخصت کی تین قسمیں ہیں۔ رخصت کی پہلی قسم وہ ہے جس کا کرنا واجب ہے: مثلاً کسی شخص کے گلے میں نقرہ لٹکا دینا اور اسے حلق سے نیچے اتارنے کے لیے شراب کے سوا کوئی دوسری چیز میسر نہیں ہے تو شراب کے ذریعہ اسے حلق سے نیچے اتارنا اس پر واجب ہو گا۔ یا مثلاً کوئی شخص حالت انطہار میں مردار اور دوسری نجاستوں کے کھانے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں منہتی یہ قول کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک اس شخص پر وایب ہو گا کہ مردار اور نجاست کے ذریعہ اپنی جان بچائے۔ اگرچہ ہمارے بعض علماء (شافعی) کا قول یہ ہے کہ یہ شخص جائز ہے واجب نہیں۔“

”رخصت کی دوسری قسم رخصت مستحبہ ہے: مثلاً سفر میں نماز قصر کرنا اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو ان کے لیے افطار کرنا۔“

”تیسری تقسیم وہ رخصت ہے جس کا چھوڑنا اس پر عمل کرنے سے بہتر ہے: مثلاً موزوں پر مسح کرنا، اس شخص کے لیے تیمم کرنا جو پانی کو اس کی صحیح قیمت سے زیادہ پر فروخت ہوتے ہوئے پائے اور حالت سفر میں اس شخص کے لیے افطار کرنا۔ روزہ سے ضرر نہ پہنچتا ہو۔ ابو سعید متونی امام غزالی نے بسط میں حالت سفر میں جمع بین الصلوئین کو اسی قسم میں شامل کیا ہے۔ اور امام غزالی نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جمع بین الصلوئین کا ترک افضل ہے، بخلاف نماز کے قصر کے“ (الاصول والنواہی ص ۳۷-۳۹)۔

بیضاوی نے بھی تین اقسام والی تقسیم کو اختیار کیا ہے۔ لیکن تقسیم پر اتفاق کے باوجود ان کی اقسام کی نوعیت میں دونوں کے درمیان اختلاف ہے۔ نووی نے تیسری تقسیم کو مباح کے بجائے خلاف اونی قرار دیا ہے اور بیضاوی نے اسے مباح کہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف محض لفظی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ مباح اور خلاف اونی ایک دوسرے کے مترادف نہیں ہیں جبکہ اسباب فقہ وافتاء پر مخفی نہیں ہے۔

علماء اصول نے چوتھی قسم کا بھی اضافہ کیا ہے۔ صاحب شرح جلال کہتے ہیں: ”رخصت یا تو

واجب ہوگی یا مستحب یا مباح یا خلاف اہل۔ قسم اول کی مثال حالتِ اغظار میں مردار کے کھانے کا واجب ہونا ہے۔ اگرچہ اس کا اصلی حکم حرمت ہے اور حرمت کا سبب مردار کا ٹپھنا ہے اور یہ سبب اغظار کی حالت میں بھی قائم رہتا ہے۔ مگر اس حالت میں اس کے کھانے کے واجب ہونے میں بمقابلہ اس کے حرام ہونے کے زیادہ سہولت ہے۔ چوں کہ واجب پر عمل کرنے کی صورت میں انسانی جان ضائع ہوتی ہے اور انسانی جان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے اس لیے حرمت کے مقابلے میں اس کے استعمال کو واجب قرار دینے میں اسٹوری کے لیے زیادہ سہولت ہے۔ دوسری قسم کی مثال مسافرت ہے یہ قسم کا مستحب ہونا ہے۔ یہاں اصل حکم قحلی حرمت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے اتمام کا سبب ایسا ذول وقت ہے اور سفر میں بھی قائم رہتا ہے مگر مسافر کے لیے ہندو سفر کی مشقت ہے۔ تیسرے کی مثال بیح حکم کا مباح ہونا ہے جو ایسی معدوم چیز کی بیح ہے جس کی صفت بیان کر دی جاتی ہے اور وہ ہمہ میں واجب ہوتی ہے۔ اس کا اصلی حکم حرمت ہے جس کا سبب یہ ہے کہ جو عقد حکم میں موجود رہتا ہے اگرچہ کہ حکم کا معاملہ کرنے والا تاج کے تیار ہونے سے پہلے اس کی قیمت کا ضابطہ ہوتا ہے اس شرط اور غرضی بنا پر عقد حکم کی مشروعیت ہوتی ہے۔ چوتھی کی مثال رمضان میں مسافرت ہے یہ انظار کا خلاف اہل ہونا ہے۔ اس کا اصلی حکم بھی حرمت ہے جس کا سبب ماوراء رمضان کا ہونا ہے اور یہ سبب سفر کی حالت میں باقی رہتا ہے مگر مشقت سفر کے سفر کی وجہ سے انظار کی اجازت دینی تھی۔ (شرح لجنہ علمی الجمع، ص ۱/۱۲۳)۔

امام سیوطی نے پانچویں قسم کا اضافہ کیا ہے اور وہ تحریر ہے: "حشر فقیر مرحوموں سے حج مسافرت کا سفر کرنے والے کے لیے قہر بنا انساؤ و الطیر۔"

بعض محققین شراعی نے اسے یہ ہے کہ واجب رخصت کی کوئی قسم نہیں ہے نیز یہ کہ رخصت کی حقیقت کسی چیز کو مباح اور آسان کرنا ہے اور وہاں میں ایسی پختگی پائی جاتی ہے جو عزت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام احقرین کو وہ دونوں سے رخصت ہونے میں ضرور ہے۔ نیا ہر اس وقت ہے "خدا ورت کے وقت مردار کا کھانا رخصت نہیں ہے بلکہ وہ عزت ہے اور یہ ہے اگر کوئی مشط مردار کے کھانے سے باز رہا اور مردار یا تو وہ گنہگار ہو گا۔ یا ہر اس قہر ہے کہ مردار کا کھانا سفر کی رخصتوں میں اس کے تعلقات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق نہ ورت ہے نہ ہر اس سے ہے۔"

امام زکریا نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ابن قیم العیون کہتے ہیں: "رخصت کی قسم واجب الروم اور تائیدی وجہ سے عزت ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔" حکم اصلی کو ساقط کرنے والی دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے ہم اسے رخصت کہتے ہیں اور اس کے واجب ہونے کے اظہار سے اس کا نام عزت رکھتے ہیں۔" (المجم السعوطی)

یہ ابن قیم العیون کا بیان کرنا ہے۔ اور ایک بار یہ ثابت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حرمت کے حکم کے ختم ہونے اور حرام چیز کے مباح ہونے میں تنگی اور شمولی کا سہولت سے بدلنا ہے، یا جو یکہ حرمت کی دلیل قائم ہے۔ یہ یقین رخصت ہے۔ مگر جہاں تک جان ہونے کے خوف سے مضطر کے لیے مہر اور کے استعمال کے واجب ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ وہاں سے اسوں پر مبنی ہے۔ تو جو چیز مباح تھی، جان بچانے کی غرض سے اس کی اہانت و ذوب سے بدل جاتی اللہ ایہ عزیمت ہو گئی۔

ابو نعیم امام نوویؒ کو چیز کے خیر و شر کے امور نے المستطیع میں اس مسئلہ میں دو بات فرمائی جو سب سے زیادہ معتدل اور مناسب ہے۔ "اگر کوئی شخص نے کہ رخصت کی ایک قسم وہ ہے جس کے چھوڑنے سے انسان گن گار قرار پاتا ہے، مثلاً حالت اضطرار میں مہر اور کا نہ اٹھانا اور بدلت کے خوف کی حالت میں افطار نہ کرنا۔ اور وہ سبھی قسم وہ ہے جس کے ترک سے گن گار قرار نہیں پاتا ہے، مثلاً سفر میں روزہ افطار کرنا اور نماز میں قصر کرنا اور کبرہ کا زبان سے نکلنا اور غرض خود کوشی پر مجبور کیا جائے اس کا خوف بھی۔ بازار بھاری میں جس چیز پر عمل، مگر واجب ہے اسے رخصت کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ اور رخصت کی قسم مہر اور حیوان ہونے پر مبنی ہے یا جانے کا؟ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ واجب ہونے سے باوجود اس کا رخصت نام رکھا جاتا اس حیثیت سے ہے کہ اس میں سہولت ہے۔ یوں کہ انسان کو یہ یاس کی وجہ سے اپنی جان کو ہرگز برینے کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے اور اسے اس کی اجازت بھی کئی ہے کہ شراب کے ذریعہ اپنی جان بچاے اور شراب پینے پر تشریح میں جو سہولت ہے وہ معاف کر دی گئی ہے۔ مگر اس کے ترک میں سزا واجب ہونے کی حیثیت سے عزیمت ہے" (ص ۱/ ۴۵۱)۔

دوسری تقسیم حقیقت اور مجرد کسی نوحہ طامسے اختلاف نے رخصت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) رخصت حقیقی (۲) رخصت مجازی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں نام کی ہیں۔ اس طرح سے رخصت کی چار قسمیں ہوتی ہیں اختلاف نے فرمایا ہے یہ تقسیم راق اور مشہور ہے۔ حافظ ابن الدین نسبی البزار اور ابن قیم کلثوم نسوری میں فرماتے ہیں "رخصت کی چار قسمیں ہیں: دو قسمیں حقیقت کی ہیں جن میں سے ایک دو حال سے مقدم ہے اور دو قسمیں مجازی ہیں جن میں سے ایک دو حال سے مقدم ہے۔ حقیقت کی دو قسمیں ہیں سے مقدم ہے اور سبب حرمت اور اس کے حکم کے پائے جانے کے باوجود مباح ہے۔ مثلاً وہ شخص جسے غریبی نکلنے پر مجبور کیا جائے اور وہ شخص نے رمضان میں افطار پر اور حرام کی حالت میں ممنوعات احرار میں سے کسی کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسی طرح مضطر کے لیے نیک کاماں اٹھانا۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے ایسا تک گن گار اس نے تشریح کی وہی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا اور عزیمت پر قائم

رہا جس کی وجہ سے وہ قتل کر دیا گیا تو شہید ہو گا....“

دوسری قسم وہ احکام ہیں جو اسباب کے پائے جانے کے باوجود مباح ہیں مگر ان اسباب کے احکام موخر کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً مسافر نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت کی وجہ سے اعزیت پر عمل کرنا یعنی روزہ رکھنا اولیٰ ہے۔ تو اس صورت میں اعزیت کے اندر ایک حیثیت سے رخصت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ الا یہ کہ روزہ مریض اور مسافر کو کمزور کر دے۔ (تو ایسی صورت میں رخصت پر عمل کرتے ہوئے افطار کرنا افضل ہو گا)۔ اور نماز کی دونوں قسموں میں سے جو زیادہ کامل ہے اس کے ذمے میں وہ سخت احکام آتے ہیں جو پچھلی امتوں پر عائد کیے گئے تھے اور اس امت سے ساقط کر دیے گئے۔ اس قسم کے احکام پر مجاز رخصت کا اطلاق ہوتا ہے کیوں کہ اب اصل حکم مشروع نہیں رہا۔ اور چوتھی قسم وہ احکام ہیں جو فی الجملہ مشروع ہونے کے باوجود بندوں سے ساقط کیے گئے ہوں مثلاً سفر میں نماز کا قصر کرنا، [مکروہ اور مضطر سے شراب اور مردار کے کھانے کی حرمت کا ساقط ہونا]

واضح رہے کہ چوتھی قسم میں وہ احکام ہیں جو عام انسانوں کے حق میں واجب ہونے کے باوجود مخصوص انسانوں کے حق میں ان کے اسباب کے موجب احکام باقی نہ رہنے کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ تو اس لحاظ سے کہ وہ احکام ان انسانوں سے کھلی طور پر ساقط ہو گئے وہ مجاز ہوئے اور اس حیثیت سے کہ وہ احکام دوسرے کے حق میں فی الجملہ مشروع ہیں رخصت کی حقیقت کے مشابہ ہیں۔ اس کی مثال حالت سفر میں قصر کرنا ہے کہ قصر کی صورت میں اصل فریضہ جو چار رکعت ہے ساقط ہو کر صرف دو رکعت باقی رہ جاتا ہے۔

احکام شرعیہ کے لحاظ سے رخصت کی کوئی تقسیم احناف کے نزدیک نہیں پائی جاتی ہے بلکہ وہ رخصت کے احکام کو اس تقسیم رباعی کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک معروف و مروج ہے۔

### رخصت کی تیسری تقسیم باعتبار کمال و نقصان

کامل اور ناقص ہونے کے لحاظ سے بعض مسائل میں جب شریعت رخصت دیتی ہے اور ان کے چھوڑنے کو مباح قرار دیتی ہے، دوسرے وقت میں ان کی قضا لازم قرار نہیں دیتی۔ یہ شریعت کی جانب سے مکمل معاف ہے۔ مثلاً پانی کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں وہ وضو نہ کرنے کو مباح قرار دیتی ہے اور تیمم کا حکم دیتی ہے، تو وضو کی فرضیت سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جب رمضان کے صیئہ میں مریض اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے اور افطار کو مباح قرار دیتی ہے، تو اس صورت میں روزوں کی فرضیت مکمل طور پر ختم نہیں ہوتی بلکہ دوسرے دنوں میں قضا کا وجوب باقی رہتا ہے۔ وہ رخصت جس میں کوئی چیز ذمہ میں باقی نہیں رہتی وہ رخصت

کاملہ ہے اس کی مثال موزہ پر مسح کرنا اور تمہ کرنا ہے۔ اور ودر رخصت جس کے ساتھ کوئی چیز اہم میں باقی رہتی ہے، مثلاً سفر اور مرض کی حالت میں افطار کی رخصت، تو یہ رخصت ناقصہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

چوتھی تقسیم: سب رخصت کے اختیاری یا اضطراری ہونے کے اعتبار سے: زرکشی کہتے ہیں کہ رخصت کا سبب بھی اختیاری ہوتا ہے، مثلاً سفر اور بھی اضطراری، مثلاً فقر کا صق میں اٹک جانا جس کی بنا پر شراب پینا جائز ہو جاتا ہے۔

پانچویں تقسیم: تخفیفات کے اعتبار سے: رخصت کی ایک پانچویں تقسیم ہے جسے ابن نجیم نے ”تخفیفات“ سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: ”شریعت کے احکام میں تخفیف کی بہت سی اقسام ہیں، جنہیں ہم شرعی رخصتوں کے احکام کہہ سکتے ہیں۔“

۱۔ ساقط کرنا: مثلاً عذر پائے جانے کی صورت میں عبادات کا ساقط کیا جانا۔  
 ۲۔ کم کرنا: مثلاً سفر میں قصر کرنا اس قول کی بنیاد پر کہ پوری نماز اصل ہے۔  
 ۳۔ بدل دینا: مثلاً وضو اور غسل کی جگہ تمہ کرنا اور نماز میں بیٹھنے اور لیٹنے کے ذریعہ قیام کی ادائیگی، اسی طرح اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرنا اور روزہ کے بدلے کھانا کھلانا۔  
 ۴۔ پہلے کرنا: مثلاً عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھنا، سال پورا ہونے سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی اور رمضان میں صدقہ فطر کی ادائیگی۔

۵۔ تاخیر کرنا: مثلاً مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنا، مریض اور مسافر کے لیے رمضان کے روزہ کا موخر کیا جانا، اس شخص کے حق میں نماز کا اپنے وقت سے موخر کیا جانا جو کسی دوسرے کے لیے وغیرہ کو نکلنے میں مشغول ہو۔

۶۔ بلا کرنا: مثلاً پتھر کے ذریعہ استنجا کرنے والے کا جسم پر باقی ماندہ نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا اور اٹکے ہوئے لقمہ کو شراب کے ذریعہ اتارنا۔

۷۔ تغیر کرنا: مثلاً خوف کی وجہ سے نماز کے طریقے کو بدلنا۔ (الاشیاء والنظائر)

(تفخیص و تسہیل: ج ۱، ص ۱۰۱، مجلہ بحث و نظر، دہلی، اکتوبر، دسمبر، ۱۹۹۳)



حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی۔

آپ نے فرمایا:

☆ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چاہے تجھے قتل کیا جائے، یا جلا یا جائے۔

☆ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا، خواہ وہ تجھے عاق کر دیں اور گھر سے نکال دیں۔

☆ فرض نماز کو ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے فرض نماز قصداً چھوڑی، تو اللہ اس

سے بری الذمہ ہے۔

☆ شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فحش کاموں کی بنیاد ہے۔

☆ گناہ سے بچتے رہنا کیونکہ اس سے اللہ کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔

☆ میدان جناد سے فرار نہ ہونا، چاہے لوگ قتل ہو رہے ہوں۔

☆ جب لوگ مرنے لگیں اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں شہرے رہو

☆ اپنی اولاد پر استطاعت کے مطابق خرچ کرو،

☆ ان کو ادب سکھانے کے لیے عمار رکھو،

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند احمد)

اور۔۔۔ ان کو اللہ سے ڈراؤ۔

(اشتمار)

## آنکھوں کی سوئیاں

سید ابو الحسن علی ندوی

بعض کمائیاں اپنے اندر بڑی بڑی حقیقتیں رکھتی ہیں۔ ایسا معمول ہوتا ہے کہ زندگی کے بڑے بڑے فلسفوں کے عام فہم اور دلچسپ ترجمے کر دیے گئے ہیں یا خشک حقیقتوں کو چلتی پھرتی زندگی میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم ان چھوٹی چھوٹی کمائیوں کی مدد سے زندگی کے بہت سے حقائق سمجھ سکتے ہیں۔

بچپن میں ہم نے جو کمائیاں سنی تھیں اور دماغ کی سلوٹوں میں ہمیں چھپی ہوئی روئیں ان میں سے کوئی ایسی کمائی بھی تھی جس میں کسی مظلوم عورت کی داستان در بیان کی گئی تھی۔ اس کے سارے جسم میں سوئیاں چھپی ہوئی تھیں۔ اس کی دشمن سارے دن اس کی سوئیاں نکالتی تھی، لیکن آنکھوں کی سوئیاں قصداً چھوڑ دیتی تھی اور رات ہو جاتی تھی۔ دوسرے دن پھر نئی سوئیاں چھ جاتی تھیں اور پھر سوئیاں نکالتی تھی، لیکن آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتی تھی۔ ہم کو کمائی کے صرف اتنے ہی حصہ سے غرض ہے۔

مظلوم انسانیت کے ساتھ زمانہ دراز سے یہی معاملہ درپیش ہے۔ اس کا سارا جسم سوئیوں سے چھانی ہو رہا ہے۔ کچھ ہمدرد ہاتھ اس کی یہ سوئیاں نکالنے کے لیے بڑھتے ہیں، لیکن ہر مرتبہ آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی نجات کا کام ناتمام رہ جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے روز وہ اسی طرح زخمی اور مبتلا نظر آتی ہے اور از سر نو محنت کرنی پڑتی ہے۔

انسانیت ایک مکمل انسانی جسم اور وجود کی مانند ہے۔ اس کے ساتھ جسم بھی ہے، پیت بھی ہے، دل بھی ہے، دماغ بھی ہے، روح بھی ہے۔ ان تمام حصوں کے ساتھ کچھ مصائب اور آلام بھی ہیں۔ یہ اس کے جسم کی سوئیاں ہیں جو اس کو زار و نزار کیے ہوئے ہیں۔

بھوک، فاقہ، اچھی اور صحیح غذا کا نہ ملنا، یہ پیت کی سوئیاں ہیں۔ یقیناً ان سے انسانیت کو تکلیف اور دکھ پہنچتا ہے۔ عالم انسانیت کی یہ بہت بڑی بد قسمتی ہے اور زندگی کا یہ بڑا شرمناک پہلو ہے کہ قدرت کی فیاضیوں اور غذائی سامان کی پوری فراوانی کے باوجود چند انسانوں کے ناجائز تصرف یا کسی